تفسیر ابی سعودؒ

مولانا نور الرحمان ہزاروی
(ناظم تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم کراچی)

''وہ کتابیں اپنے آباء کی......'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ علامہ ابوالسعود کی مشہور تفسیر، تفسیر ابی السعود کے بارے میں سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

کچھ صاحب کتاب کے بارے میں! علامہ ابوالسعودؒ کا شمار بلند پایہ مفسرین اور کبار اہلِ علم میں ہوتا ہے انہیں خطیب المفسرین بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام ونسب محمد بن محمد بن مصطفیٰ، کنیت ''ابوالسعود'' اور نسبت ''عمادی'' ہے، کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، بعض نے ان کا نام احمد بتایا ہے۔ (هدية العارفين: ۲/ ۲۵۳) ان کی ولادت ۸۹۸ھ میں قسطنطنیہ کے قریب واقع ایک گاؤں میں ہوئی۔ (العقد المنظوم في ذكر أفاضل الروم، هامش الوفيات: ص ۲۸۲ ج ۲، الأعلام للزركلي: ص ۵۹ ج ۷) علامہ شوکانیؒ نے ان کا سن ولادت ۹۰۰ھ قرار دیا ہے (البدر الطالع: ص ۲٦۱ ج ۱) جبکہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ نے کہا ہے کہ ان کا سن ولادت ۸۹۳ھ ہے۔ (التفسير والمفسرون: ص ۲۲٦ ج ۱)

اخلاق وصفات! انتہائی بارعب اور طویل القامت تھے، طعام ولباس میں تکلف سے عاری نہایت فصیح وبلیغ اور علوم وحِکَم کا ایک بحر ذخار تھے۔ انتہائی حاضر جواب اور غیر معمولی استحضار کے مالک تھے، سلطان کے انتہائی مقرب تھے، ارباب ریاست کی طرف زیادہ رجحان اور مداہنت کی وجہ سے اہل علم نے ان کو طعن کا نشانہ بنایا ہے۔

علمی رسوخ!...... ان کا تعلق ایک معروف علمی خاندان سے تھا۔ بعض علماء نے ان کے بارے میں کہا ہے: ''وہ علم و فضل کی گود میں پلے بڑھے اور پروان چڑھے، عمر بھر علوم وفنون کی خدمت میں لگے رہے۔'' انہوں نے کئی اکابر علماء سے اکتسابِ فیض کیا، جن میں ان کے والد بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد سے متعدد کتب پڑھیں، جن میں شریف جرجانیؒ کی ''حاشية التجريد''، ''شرح المفتاح'' اور ''شرح المواقف'' شامل ہیں۔

انہوں نے ترکی کے کئی مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں، وہ کچھ عرصہ تک بروسہ میں عہدۂ قضاء پر فائز رہے، قسطنطنیہ اور اس کے بعد روم ایلی کے علاقہ عسکر کی طرف انہیں منتقل کیا گیا، عسکر میں وہ آٹھ سال تک قاضی رہے۔ ۹۵۲ھ میں انہیں افتاء کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ان سے پہلے افتاء کا منصب مختلف ہاتھوں میں رہنے کی

وجہ سے گوناگوں مسائل اور اضطراب کا شکار رہا۔ مگرانہوں نے ذمہ داری انتہائی حسن وخوبی کے ساتھ سرانجام دی اور تقریباً تیس سال تک وہ اس عہدہ پر متمکن رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے عوام وخواص سے فتوی نویسی میں اپنی مہارت وتفنن کا لوہا منوایا، بارہا انہوں نے ایک دن کے اندر ایک ہزار رقعوں کا جواب لکھا۔

وہ تین زبانوں عربی، فارسی اور ترکی میں جواب لکھتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ سائل کی زبان کی رعایت کرتے۔ نیز جواب، سوال کے مطابق نثر یا نظم میں ہوتا اور جواب وسوال کے درمیان وزن قافیہ اور سجع میں مکمل مطابقت ہوتی۔ وہ زبردست شاعر بھی تھے، ان کے اکثر اشعار عجمیوں کی رکاکت سے خالص ہیں، ان کا ایک قصیدہ میمیہ چھپ بھی چکا ہے، جو کافی طویل ہے۔ ان کے اس ذوق کا مشاہدہ اس واقعہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ بعض روافض نے اہل السنّت والجماعت پر لعن طعن پر مشتمل یہ دو شعر لکھ کر ان کے پاس بھیجے:

نحن أناس قد غدا دأبنا	حبّ علي بن أبي طالب
يعيبنا الناس على حبه	فلعنة اللّٰه على العائب

❶ ہم ایسے لوگ ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کی محبت ہماری عادت وتیرہ بن چکا ہے۔ ❷ لوگ ہمیں ان کی محبت پر برا بھلا کہتے ہیں تو برا بھلا کہنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

علامہ ابوالسعودؒ نے اسی وزن اور قافیہ پر مشتمل دو شعر ان کے جواب میں لکھے:

ماعيبكم هذا، ولكنه	بغض الذي لقب بالصاحب
وقولكم فيه وفي بنته	فلعنة اللّٰه على الكاذب

❶ تمہارا عیب وہ نہیں جو تم نے بیان کیا، بلکہ تمہارا عیب یہ ہے کہ تم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بغض رکھتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''صاحب رسول'' صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب دیا۔ ❷ اور تم ان کو اور ان کی صاحبزادیؓ کو بھونکتے ہو تو جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

تصانیف! علامہ ابوالسعودؒ کے اوقات تدریس، قضاء اور افتاء کی گراں بار مصروفیات کے باعث بہت زیادہ مشغول تھے، مگر اس کے باوجود انہوں نے وقت نکال کر کئی گراں قدر اور مفید کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے ایک ''إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم '' ان کی عظیم الشان تفسیر ہے۔ باقی کچھ کتابوں کے نام یہ ہیں، تحفة الطلاب، یہ فن مناظرہ میں ہے۔ حسم الخلاف في المسح على الخفاف ، موقف العقول في وقف المنقول، قصة هاروت و ماروت، بضاعة القاضي في الصكوك ، ثواقب الأنظار في أوائل منار الأنوار یہ اصول فقہ میں ہے، غلطات العوام، نهاية الأمجاد على كتاب الجهاد على الهداية للمرغيناني، قانون المعاملات، معاقد الطراز، ہدایہ کی شرح ''عنايه'' پر بھی ان کا ایک حاشیہ ہے، جس کی ابتداء انہوں نے كتاب البيع سے کی ہے، تفسیر

کشاف کے بعض مقامات پر بھی انہوں نے مفید حاشیے لکھے ہیں۔(هدية العارفين: ص ٢٥٣،٢٥٤ ج ٢)

وفات! علم وفضل کا یہ درخشندہ ستارہ ۹۸۲ھ کو ماہ جمادی الاولیٰ کے اوائل میں قسطنطنیہ میں غروب ہوا۔ان کی نماز جنازہ تفسیر بیضاوی کے محشی شیخ سنان نے پڑھائی،انہیں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پڑوس میں دفن کیا گیا۔(شذرات الذهب: ٨/٣٩٨، العقد المنظوم، هامش الوفيات: ٢/٢٨٢، الباشات و القضاة في دمشق: ١٨، الفوائد البهية: ٨١) بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا سن وفات ۹۵۲ھ قرار دیا ہے،(النور السافر: ٢٣٩) مگر یہ غلط ہے، کیونکہ صاحب الفوائد البهية نے ان کے تذکرہ میں کہا ہے کہ علامہ ابوالسعود، سلطان سلیمان خان کی وفات کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے، اور سلطان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سلیم خان نے بھی ان کے اکرام واعزاز میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ جب کہ سلطان سلیمان خان کا سن وفات ۹۷۴ھ ہے۔ (الفوائد البهية: ٨١) جب ایسا ہے تو ان کا سن وفات ۹۵۲ھ کیونکر ہو سکتا ہے؟ ان کی وفات پر ان کے ایک شاگرد نے ایک طویل مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

مالعلم إلاماحويت حقيقة، وعلوم غيرك في الورى كسراب۔

درحقیقت علم وہی ہے جس کا تو نے احاطہ کیا، مخلوق میں تیرے علاوہ دیگر لوگوں کے علوم سراب کی مانند ہیں۔

بظاہر یہ شعر اور باقی مرثیہ مبالغہ ہے، مگر سچ یہ ہے کہ یہ مبالغہ نہیں، بلکہ حقیقت ہے، یقیناً وہ ایک بے نظیر عالم تھے، اور اپنے معاصرین واقران سے فائق نہیں بلکہ بہت زیادہ فائق تھے۔

زیرِ تبصرہ کتاب تفسیر ابی السعود! زیر تبصرہ کتاب جو کہ "تفسیر ابی السعود" کے نام سے زیادہ مشہور ہے، اس کا اصل نام "إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم" ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ علامہ ابوالسعودؒ کی زندگی کے دن رات کے اوقات تدریس، قضاء اور فتوی نویسی کی گراں بار مصروفیات کے باعث نہایت مشغول تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ ہر روز کچھ وقت نکال کر قرآن کریم کی تفسیر کے چند اوراق لکھتے۔ اس دوران عوائق وعوارض بھی آڑے آئے مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ ان کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ تفسیر تسلسل کے ساتھ نہیں لکھی۔ چنانچہ انہوں نے جب تفسیر لکھنے کا آغاز کیا اور سورۃ ص تک پہنچے تو انہیں کچھ ایسے عوارض پیش آئے جن کی بناء پر انہیں کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ روکنا پڑا۔ چنانچہ شعبان ۹۷۳ھ میں انہوں نے اپنا لکھا ہوا مسودہ صاف کیا اور ابن المعلول کے ساتھ اسے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں ارسال کیا، سلطان نے اسے بہت زیادہ پسند کیا اور انہیں انعامات سے نوازا اور ان کے ہر روز کے وظیفہ میں پانچ سو درہم کا اضافہ کیا۔ پھر ایک سال کے طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اسے مکمل کیا، تکمیل کے بعد انہوں نے دوبارہ اسے سلطان کی خدمت میں بھیجا، سلطان نے انہیں مزید اکرام واعزاز سے نوازا اور ان کے وظیفہ میں مزید اضافہ کیا۔(التفسير والمفسرون: ١/٢٢٨، ٢٢٩)

تفسیر کے متعلق علماء کے تعریفی کلمات! بلاشبہ ''تفسیر ابی السعود'' ایک عظیم الشان اور جلیل القدر تفسیر ہے، تفسیرِ کشاف اور تفسیر بیضاوی کے بعد اس کے ہم پلہ کوئی تفسیر نہیں لکھی گی۔ اگر یہ تفسیر نہ ہوتی تو شاید بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ علامہ ابوالسعودؒ کو کوئی نہ پہچانتا۔ شہرت ومقبولیت کی اوجِ ثریا تک انہیں اسی کتاب نے پہنچایا ہے۔ یہ کتنی بلند پایہ تفسیر ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ'' شهدله كثير من العلماء بأنه خير ما كتب في التفسير. '' (التفسير والمفسرون: ١/٢٢٨) یعنی ''علماء کے ایک جم غفیر نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ تمام تفاسیر میں یہ سب سے بہترین تفسیر ہے''۔ شیخ علی بن بالی اس تفسیر کے متعلق یوں رقم طراز ہیں: '' وقد أتى فيه بما لم تسمح به الأزمان، ولم تقرع به الآذان، فصدق المثل السائر: كم ترك الأول للآخر ''. (العقد المنظوم في ذكر أفاضل الروم على هامش الوفيات: ٢/٢٨٢) یعنی '' علامہ ابوالسعود اس تفسیر میں ایسے فوائد ونکات لائے ہیں کہ کسی زمانے نے ان کی فیاضی نہیں کی اور نہ انہوں نے کسی کے کانوں پر دستک دی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ پہلے والوں نے بعد والوں کے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے۔''

علامہ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

'' وقد طالعت تفسيره، وانتفعت به، وهو تفسير حسن، ليس بالطويل الممل، ولا بالقصير المخل، متضمن لطائف ونكات، ومشتمل على فوائد وإشارات. ''

یعنی '' میں نے اس تفسیر کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے خوب بہرہ مند ہوا ہوں، یہ ایک اچھی تفسیر ہے، نہ زیادہ طویل ہے کہ اکتاہٹ وبیزاری کا سبب ہو اور نہ زیادہ مختصر کہ مطلب ہی سمجھ میں نہ آسکے، بے شمار تفسیری لطائف ونکات پر مشتمل اور علمی فوائد اشارات کو جامع ہے''۔

حاجی خلیفہؒ اس کتاب کی تعریف میں کہتے ہیں:

''......ما اشتهر صيته، وانتشر نسخه في الأقطار، ووقع التلقي بالقبول من الفحول والكبار لحسن سبكه ولطف تعبيره، وصار يقال له: خطيب المفسرين، ومن المعلوم أن تفسير أحد سواه بعد الكشاف والقاضي لم يبلغ إلى ما بلغ من رتبة الاعتبار والاشتهار، والحق أنه حقيق به......'' (كشف الظنون: ٦٥، ٦٦)

یعنی ''......اس تفسیر کا آوازہ ہر طرف ہونے لگا، اس کے نسخے ملک کے کونے کونے میں پھیل گئے، اس کے خوبصورت طرزِ نگارش اور ہر لطف تعبیرات کی وجہ سے بڑے بڑے علماء اور اساطین علم نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، علماء نے انہیں ''خطیب المفسرین'' کا لقب دیا، تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی کے بعد کوئی ایسی تفسیر نہیں لکھی گئی جس کو اس جیسی مقبولیت اور اعتبار حاصل ہوا ہو۔ اور حق بات یہ ہے کہ یہ تفسیر واقعی ہے بھی اس قابل''۔

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی مرحوم کہتے ہیں:

والحق أن هذا التفسير غاية في بابه، ونهاية في حسن الصوغ وجمال التعبيري، كشف فيه صاحبه عن أسرار البلاغة القرآنية، بمالم يسبقه إليه أحد، ومن أجل ذلك ذاعت شهرة هذاالتفسير بين أهل العلم.''(التفسير والمفسرون:۱/۲۲۸)

یعنی''حق بات یہ ہے کہ یہ تفسیر اپنے باب میں ایک عظیم الشان اورزبردست تفسیر ہے۔ یہ بہترین طرز نگارش اور عمدہ تعبیرات کا ایک خوبصورت نمونہ ہے، اس میں علامہ ابوالسعودؒ نے قرآن کریم کے بلاغی اسرارورموز پر اس طرح قلم اُٹھایا ہے کہ ان سے پہلے کوئی مفسر اس طرح بیان نہ کرسکا، اہل علم کے درمیان ان کی شہرت ومقبولیت کی وجہ بھی یہی ہے''۔

ایک وقیع علمی وادبی مقدمہ! علامہ ابوالسعودؒ نے تفسیر کے شروع میں ایک طویل مقدمہ لکھا ہے اس مقدمہ میں انہوں نے علم تفسیر کی اہمیت وفضیلت پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔ متقدمین اور متاخرین کی تفاسیر اوران کے اسلوب وطرز نگارش پر بھی مختصراً روشنی ڈالی ہے، تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی کی انہوں نے بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ وہ ان دو تفاسیر سے انتہائی زیادہ متاثر ہیں۔ انہوں نے ان دونوں تفاسیر کا ایک طویل عرصہ تک مطالعہ کیا، بعدازاں انہوں نے ایک ایسی تفسیر لکھنے کا عزم کیا جس میں ان دونوں تفاسیر کے بیش بہا فوائدونکات اور گراں قدر فرائدولطائف کو جابجا مفید اضافوں کے ساتھ ایک عمدہ اور بہترین اسلوب میں بیان کیا ہو۔ وہ اسلوب جاندار بھی ہو، جاذب اور دلکش بھی ہو اور ملال واکتاہٹ کا باعث بھی نہ ہو، تفسیر لکھنے سے پہلے ہی انہوں نے اس کا یہ نام تجویز کردیا:''إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم'' چنانچہ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے قلتِ وقت اور تھکا دینے والی مصروفیات کے باوصف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس تفسیر پر کام کرنا شروع کردیا، درمیان میں کچھ موانع بھی سدِ راہ ہوئے مگر آخرکار اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہوں نے یہ عظیم الشان تفسیر پایہ تکمیل تک پہنچا ہی دی۔

اس مقدمہ میں انہوں نے سلطان سلیمان خان کی مدح وثناء میں اتنا زیادہ مبالغہ کیا ہے، جس کی کوئی حد نہیں ایک جلیل القدر عالم کو یہ عمل زیب نہیں دیتا۔ اہلِ علم نے اسی وجہ سے انؒ پر حکمرانوں کی طرف زیادہ رجحان وقربت اور مداہنت کا الزام لگایا ہے اوران پر خوب طعن کیا ہے۔

علامہ ابوالسعودؒ کا یہ مقدمہ علم وادب کا ایک حسین امتزاج ہے یقیناً یہ مقدمہ ایک ادبی سرمایہ ہے۔ پورے کا پورا مقدمہ طویل ہونے کے باوجود مسجع ہے۔ جملوں کی حسن ترتیب وصیاغت، الفاظ کی عمدہ ترکیب وسجع بندی، قواعد عربیہ کی حددرجہ مراعات وپابندی، کلمات کی مٹھاس وجاذبیت، مترادفات کا برمحل وبلاتکلف استعمال......غرض یہ عجیب خصوصیات کا حامل مقدمہ ہے، حریری کی ''مقامات'' بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آتی ہے۔ اسے پڑھ کر انسان عش عش کر اُٹھتا ہے۔ اس مقدمہ سے جہاں ان کی علمی گہرائی وگیرائی کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ مقدمہ ان کے ادبی ذوق اور لغت پر مکمل دسترس کی

روشن دلیل بھی ہے۔

چند اقتباسات ملاحظہ ہوں، آپ بھی پڑھئے اور سر دھنئے: (۱). شروع میں تفسیر لکھنے کا جب ارادہ کیا تو اس وقت ایک عرصہ تک وہ گومگو اور تردد میں تھے۔ اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"و كنت أترددفي ذلك بين إقدام و إحجام، لقصور شأني وعزة المرام. أين الحضيض من الذرى، شتان بين الثرياوالثرى، وهيهات اصطياد العنقاء بالشباك، واقتياد الجوزاء من بروج الأفلاك، فمضت عليّ الدهوروالسنون، وتغيّرت الأطوار، وتبدلت الشؤون......"(مقدّمة التفسير:۹، ۱۰)

یعنی "اور میں اس گومگو میں رہتا تھا کہ یہ تفسیر لکھوں یا باز رہوں کیونکہ مقصد عظیم الشان اور مشکل تھا اور میں بے بضاعت اور کم علم تھا، کہاں پہاڑ کی چوٹی اور نشیبی زمین اور ثریا ستارہ اور پاتال اور افلاک کے برجوں میں سے عنقاء کو جال کے ذریعہ شکار کرنا اور افلاک کے برجوں میں سے جوزاء کو پکڑنا ناممکن ہے۔ اسی تردد میں مجھ پر کئی زمانے گزرے، حالات واطوار بدلے، اور معاملات میں تبدیلیاں ہوئیں"۔

(۲). آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا گو ہیں:

"فيامن توجهت وجوه الذل والابتهال نحوبابه المنيع، ورفعت أيدي الضّراعة والسؤال إلى جنابه الرفيع، أفِضْ علينا شوارق أنوار التوفيق، وأطلِعْنا على دقائق أسرار التحقيق، وثبت أقدامنا على مناهج هداك، وأنطقنا بمافيه أمرك رضاك، ولاتكلنا إلى أنفسنا في لحظة ولا آن، وخذ بناحيتنا إلى الخيرحيث كان......أنت الملاذ في كل أمرمهمّ، وأنت المعاذ في كل خطيب ملمّ لاربّ غيرك، ولاخيرإلّاخيرُك، بيدك مقاليد الأمور، لك الخلق والأمر، وإليك النشور".(مقدمة التفسير:۱۰، ۱۱).

یعنی "اے عظیم ذات، جس کے مضبوط در پر عجز و مسکنت کے چہرے گڑگڑاتے ہوئے متوجہ ہوتے ہیں اور جس کی بارگاہ عالیہ میں آہ وزاری کے ساتھ سوالیہ ہاتھ بلند کیے جاتے ہیں (اے رب) تو ہم پر توفیق کی نورانی کرنوں کا فیضان فرما، تحقیق کے سربستہ اسرار وباریکیوں سے ہمیں آگاہ فرما، ہدایت کے راستوں پر ہمیں ثابت قدم فرما اور ہم سے صرف ایسی بات صادر فرما جو تیرے حکم کے مطابق اور تیری خوشنودی کا باعث ہو۔ ہمیں ایک لحہ اور ایک گھڑی کے لئے بھی اپنے نفوس کے سپرد نہ فرما اور ہمیں پیشانی سے پکڑ کر بھلائی کی طرف لے جا خواہ وہ بھلائی کہیں بھی ہو۔ (اے اللہ) ہم تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں تیرے سامنے اپنی عاجز پیشانیاں جھکاتے ہوئے اور تیری خیر وبرکت کے دروازوں پر دستک دیتے ہوئے۔ ہر اہم معاملہ میں تو ہی ہمارا مضبوط قلعہ ہے اور ہر سخت مصیبت میں تو ہی ہماری پناہ گاہ ہے۔ تیرے سوا کوئی پروردگار نہیں اور تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں، تمام کاموں کی کنجیاں تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہیں، تو ہی خالق ہے اور تیرے لئے ہی ہر حکم ہے اور تو ہی قیامت میں تمام مردوں کو زندہ کرے گا۔"

تفسیر میں علامہ ابوالسعودؒ کا انداز اسلوب! سورتوں اور آیات کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابوالسعودؒ کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ کسی بھی سورت کی تفسیر کرنے سے پہلے یہ بتاتے ہیں کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی، اگر کچھ آیات مکی ہوں یا مدنی

ہوں تو اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔ اسی طرح سورت میں مذکور آیات کی تعداد بھی بتاتے ہیں۔ مثلاً سورۃ آل عمران کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے انہوں نے فرمایا: ’’سورہ آل عمران مدنيّة، مئتاآية‘‘، (تفسير أبي السعود: ۱/ ۳۳۰) یعنی ’’سورۃ آل عمران مدنی ہے، اس میں کل دوسو (۲۰۰) آیتیں ہیں‘‘۔ سورۃ الانعام کی تفسیر کے آغاز سے پہلے فرمایا: ’’سورۃالأنعام مكّية غيرست آيات أوثلاث من قوله تعالىٰ: ﴿قل تعالوا أتل……﴾، وهي مئة وخمس وستون آية.‘‘ (تفسير أبي السعود: ۲۷۷/۳) یعنی ’’سورۃ الانعام مکی ہے سوائے چھ آیتوں یا ان تین آیتوں کے: ﴿قل تعالو أتل…… ﴾ اس کی آیتوں کی تعداد ایک سو پینسٹھ ہے‘‘۔ سورۃ الاعراف کی تفسیر سے پہلے فرمایا: ’’سوره الأعراف مكّية غيرثمان آيات من قوله: ﴿واسألهم……﴾ إلى قوله: ﴿وإذنتقنا الجبل……﴾، وآيها مئتان وست.‘‘ (تفسير أبي السعود: ۲/ ۴۷۱) یعنی ’’سورۃ الاعراف مکّی ہے، سوائے ان آٹھ آیات کے: ﴿واسألهم…… ﴾ سے لیکر ﴿وإذنتقنا الجبل…… ﴾ تک۔ اس میں کل دوسو چھ آیات ہیں‘‘۔

اس طرح اگر سورت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہو تو اسے بھی ذکر کرتے ہیں، مثلاً سورۃ الرعد کی تفسیر شروع کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا: ’’سوره الرعد مدنيّة، وقيل: مكية، إلّا قوله: ﴿ويقول الذين كفروا﴾ الآية، وآياتها ثلاث وأربعون.‘‘ (تفسير أبي السعود: ۳/ ۴۳۴) یعنی ’’سورۃ رعد مدنی ہے، بعض نے کہا ہے کہ مکی ہے، سوائے اس آیت کے: ﴿ويقول الذين كفروا﴾ اور اس کی آیات تینتالیس ہیں‘‘۔

یہ وہ کام ہے جو وہ ہر سورت کے شروع میں تفسیر کرنے سے پہلے کرتے ہیں۔ بعد ازاں وہ آیات کریمہ کی فرداً فرداً تفسیر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر کسی سورت کی کوئی فضیلت ہو تو وہ بھی ذکر کرتے ہیں، مگر عموماً اسے سورت کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی فضیلت انہوں نے اس کی تفسیر کے اختتام پر بیان فرمائی۔ (تفسير أبي السعود: ۱/ ۳۲۹) سورۃ آل عمران کی فضیلت بھی انہوں نے اختتام سورت میں بیان کی (تفسير أبي السعود: ۲/ ۹۰) اگر کسی طرح سورۃ محمد کی تفسیر بھی انہوں نے سورت کے آخر میں بیان کی (تفسير أبي السعود: ۹۵/۶) اگر کسی آیت کی کوئی فضیلت ہو تو اسے بھی آیت کی تفسیر کے ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً آیت الکرسی کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے اس کی فضیلت بیان کی (تفسير أبي السعود: ۱/ ۳۲۹)۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کی تفسیر کے ذیل میں ان کی فضیلت بیان کی (تفسير أبي السعود: ۱/ ۳۲۹)

اگر سورت یا آیت کی شان نزول ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں۔ آیات کریمہ کی تفسیر میں ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ ایک مضمون والی آیات خواہ وہ جتنی بھی ہوں، ایک ساتھ ذکر کر کے فرداً فرداً ہر ایک کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ آیات کی تفسیر کرتے وقت مفردات کے لغوی و مرادی معنی بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ عرب کے فصیح شعراء کے اشعار بھی استشہاد میں پیش کرتے ہیں۔ آیات کریمہ کی تفسیر میں وہ احادیث نبویہ بھی ذکر کرتے ہیں، یعنی تفسیر بالرأی والا

جتہاد کے ساتھ تفسیر بالمنقول کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

آیات کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں، ان میں سے اگر کوئی قول ان کی نظر میں راجح ہو تو اس پر بھی متوجہ فرماتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت ﴿فسجدوا الآدم﴾ کی تفسیر میں انہوں نے مفسرین دو اقوال ذکر کیے ایک قول یہ کہ ملائکہ کو آدم علیہ السلام کے لئے مسجدہ کرنے کا حکم ہوا تھا اور یہ سجدہ ان کی تعظیم کے لئے تحیہ کے طور پر تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تھا، آدم علیہ السلام کی حیثیت محض قبلہ کی تھی۔ اس صورت میں ''لام'' ''إلی'' کے معنی میں ہوگا۔ یہ دونوں قول ذکر کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا: ''والأول هو الأظهر'' یعنی پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ (تفسیر أبي السعود: ۱/۱۱۷)

مشکل آیات کے حل میں مختلف توجیہات پیش کرتے ہیں۔ راجح توجیہ کی بسا اوقات نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ آیات کے درمیان ظاہری وصوری تعارض ہو تو اسے بھی رفع کرتے ہیں۔ آیات کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں صرفی، نحوی، بلاغی، ادبی اور لغوی مباحث پر سیر حاصل کلام کرتے ہیں۔ آیات کریمہ کے درمیان مناسبات کے بیان کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ آیات احکام پر بھی جامع ومختصر کلام کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ائمہ وفقہاء کے مذاہب بھی بیان کرتے ہیں۔ مختلف قراءتوں کا ذکر بھی تفصیل سے کرتے ہیں۔ معتزلہ وغیرہ باطل فرقوں کے اقوال و دلائل بھی ذکر کرتے ہیں، اسرائیلی روایات ذکر کر کے کبھی کبھار ان پر نقد بھی کرتے ہیں، کبھی بغیر نقد کے ذکر کرتے ہیں۔

آیت میں ظرف یا جار مجرور ذکر ہوا ہو اور اس کا عامل محذوف ہو تو عامل محذوف کو بھی بیان کرتے ہیں۔ یا آیت میں مبتدأ مذکور ہو اور خبر محذوف ہو، یا اس کا عکس ہو تو خبر محذوف، یا مبتدأ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ معمول مذکور اور عامل محذوف ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، شرط محذوف ہو یا جزاء محذوف ہو تو اسے بھی ذکر کرتے ہیں۔ فعل یا شبہ فعل کے معنی اگر کسی کلمہ مثلاً مفعول مطلق یا ظرف وغیرہ کے بغیر تام نہ ہوتے ہو تو اس کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ آیت کے مفردات اور جملوں کی اعرابی حیثیت انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ افعال ومشتقات کی صرفی تعلیل بھی جا بجا ذکر کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

وقت کے قدردان

عبید بن یعیش جلیل القدر محدث، بخاری اور مسلم کے شیخ ہیں، علامہ ذہبی نے اعلام النبلاء میں ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ تیس سال تک ان کو ان کی بہن رات کا کھانا کھلاتی رہی اور خود یہ کھانے کے دوران لکھنے میں مصروف رہتے۔ ۲۲۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک عام آدمی کو اس طرح کے واقعات بڑے عجیب اور اچنبھے لگتے ہیں اور انہیں مبالغہ پر محمول کرتے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ جل شانہ جب کسی کو وقت کی قدر وقیمت کا احساس عطا فرمادیتے ہیں اور طلب علم کی لذت سے اس کو نواز دیتے ہیں تو ایسے شخص کی زندگی کے معمولات، اس کے اوقات گذارنے کے مشغلے، اس کی سوچ اور اس کی فکر ایک عام سطح زندگی کے انسان سے بالکل مختلف ہوتی ہے ان بزرگوں کے جو علمی کارنامے اور تصنیفی شہ پارے اس وقت موجود ہیں وہ خود اس بات کی واضح دلیل فراہم کرتے ہیں کہ واقعی انھوں نے زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کی ہے اور اوقات کو معمولات کی غیر معمولی پابندی سے گزارا ہے۔ (متاع وقت اور کاروانِ علم، ص ۱۶۶، از مولانا ابن الحسن عباسی)